

درخشاں ستارے

نفیسہ بیگم کی عمر بساٹھ برس کی ہے۔ دل کے عارضہ نے زندگی کو بہت زیادہ محدود کر دیا تھا۔ ڈاکٹروں کے پاس جا جا کر ماہی سی حد درجہ بڑھ چکی تھی۔ نفیسہ بیگم کو کسی نے بتایا کہ کراچی ہی میں دل کے امراض کی تشخیص اور علاج کیلئے نیشنل انسٹیٹیوٹ ہے۔ یہ غیر معمولی صلاحیت والا ادارہ ہے۔ آپ کو وہاں جانا چاہیے۔ پہنچنے پر تشخیص ہوئی تو پتہ چلا کہ دل کامل طور پر جواب دے چکا ہے۔ نوے فیصد دل کام نہیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر پرویز جو وہاں کے سرجن تھے۔ حد درجہ منفرد بلکہ نایاب مشورہ دیا۔ نفیسہ بیگم، آپ کا دل تبدیل کر دیتے ہیں اور ایک مشین دل ڈال دیتے ہیں۔ نفیسہ کو کچھ سمجھ نہیں آئی۔ دل بھی بھلا بدلا جاسکتا ہے اور وہ بھی ایک مشین سے؟ مگر ڈاکٹروں نے یقین دلایا کہ یہ ممکن ہے اور اس سے سابقہ مسائل ختم ہو جائیں گے۔ نفیسہ نے سوچ سمجھ کر حامی بھری۔ دس ماہ ترین سرجنز کی ٹیم ترتیب دی گئی۔ جس میں ادارہ کے انچارج ڈاکٹر نوید قمر اور ڈاکٹر پرویز چودھری شامل تھے۔ کئی گھنٹے کی سرجری کے بعد نفیسہ بیگم کا دل تبدیل کر دیا گیا۔ اسکی جگہ ایک مکینیکل دل لگا دیا گیا۔ نفیسہ بیگم کی زندگی میں انقلاب آگیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسانی دل تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ یہ عظیم کارنامہ کراچی میں وقوع پذیر ہوا۔ پاکستان ان معنوں کے چند ممالک میں سے ہے جہاں مکینیکل دل لگانے کی فنی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ پاکستان کے ان کارناموں کا ذکر آپ کو شاز و نادر ہی کہیں ملے گا۔

رابعہ شہزادیں سال کی لڑکی ہے۔ آئی بی اے میں تعلیم حاصل کرنے والی ایک عام ہی نظر آنے والی بچی۔ مگر ہر ہر یہ۔ معصوم چہرے والی اس لڑکی کے کارنا مے جیران کن ہیں۔ پاکستان کا نام روشن کرنے والا ستارہ۔ بچپن سے ویٹ لفٹنگ کا شوق تھا۔ گھر کے دالان میں ویٹ ٹریننگ کرتی تھی۔ وسائل کی کمی اسکا راستہ نہ روک سکے۔ وزن اٹھانے کے مختلف مقابلوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جس مقابلے میں بھی شریک ہوتی تھی، اپنی کلیگری میں نمایاں رہتی تھی۔ آسٹریلیا میں رالف کیش میں نام کا ایک عالمی مقابلہ ہوتا ہے۔ بین الاقوامی سطح کے اس مقابلہ میں پوری دنیا کے ویٹ لفٹر حصہ لیتے ہیں۔ اس میں شرکت کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان میں مقابلہ کی ہمت اور جرات ہے۔ رابعہ نے سُڈنی جا کر مقابلے میں شرکت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مالی اخراجات کیسے پورے ہوئے یہ ایک الگ کہانی ہے۔ مقابلہ میں حصہ لیا تو سب اسکی کارکردگی دیکھ کر جیران رہ گئے۔ اپنی کلیگری میں گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔ یہ رابعہ کے لیے تو ایک اعزاز تھا، ہی مگر پاکستان کیلئے بھی ایک غیر معمولی انعام تھا۔ آگے سنیے۔ پچھلے برس، یعنی 2019 میں سنگاپور میں ویٹ لفٹنگ کا مقابلہ تھا۔ رابعہ کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اسکے پاس کوئی سپروائزرنہیں تھا۔ مگر قدرت ہمیشہ الہیت کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے۔ صلاحیت اپنے راستے خود بناتی ہے۔ ویاں ایک ملائشین سپروائزرنے رابعہ کی استطاعت دیکھ کر اسکی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ سنگاپور میں رابعہ سلوور میڈل حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام ٹریننگ اپنے گھر کے دالان میں مکمل کی۔ کیا یہ ہمارے ملک کیلئے باعثِ فخر بات نہیں ہے کہ ہماری ایک بچی نے ویٹ لفٹنگ میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے۔ مگر الیہ یہ ہے کہ آپ اس کامیابی کا ذکر کبھی کبھی، ہی سنیں گے۔ بلکہ شائد سنیں گے، ہی نہیں۔

کسی اخبار یا ایڈیشنل کو دیکھ لیجئے۔ ہمارے خود ساختہ سقراط ملک کا مرثیہ پڑھتے نظر آئینگے۔ مایوسی پھیلانے کی کامیابی میں مصروف۔ آپکو ہوانہ میں لگنے دینے کے خلافی سائنس میں ہمارے ملک نے حد درجہ کا میابی حاصل کر لی ہے۔ اپنے ہی ملک میں پاکستان نے دو سیٹلائزٹ بنائے ہیں۔ کسی بھی مدد کے بغیر۔ ہم نے وہ سائنسدان پیدا کیے ہیں جنہوں نے یہ مشکل کام بڑی آسانی سے سرانجام دیا ہے۔ IPRSS-1A اور PakTES-1 دو سیٹلائزٹ ہیں جو چین کے جو اکوہن سینٹر سے خلا میں چھوڑے گئے ہیں۔ یہ انتہائی کامیابی سے سیالب کی پیشان گوئی، زراعت میں ترقی اور زمین کی میپنگ کر رہے ہیں۔ یہ عام تی کامیابی نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا ملک ان ترقی یافتہ ممالک کی صفت میں شامل ہو چکا ہے جو سیارے بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان عظیم سائنسدانوں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے جنہوں نے اس پیچیدہ میدان میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔ یہ ہمارے ہیرو ہیں۔ مگر آپ میڈیا پر کبھی انکے متعلق کوئی تعریفی پروگرام نہیں سنیں گے۔

مدرشیخ ایک پاکستانی ہے۔ 2018 میں بلوم برگ نے اسے دنیا کی متاثر کرن شخصیات میں شامل کیا ہے۔ مدرش نے ”کریم“ (Careem) نام کی کمپنی کا اسی ملک سے آغاز کیا ہے۔ اس کمپنی کا سی اسی او ہے۔ یہ صرف پاکستان ہی میں نہیں، اس پورے ریجن میں پہلا شخص ہے جسے سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں بلوم برگ نے کامیاب قرار دیا ہے۔ یہ اعزاز مدرشیخ کے پاس تو ہے ہی، مگر یہ ہمارے ملک کیلئے بھی ایک فخریہ بات ہے۔ اسی طرح سمیر احمد خان کا نام بہت کم لوگوں نے سنا ہوگا۔ سمیر احمد، موبائل فون کی اپیس (Apps) بناتا ہے۔ اس نے Ouzel سسٹم نام کی ایک کمپنی شروع کی ہے۔ اینڈ رائڈ فون سے لیکر نوکیا تک، ہر موبائل فون میں اس نوجوان کی اپیس شامل ہیں۔ مائیکروسوفٹ ماہر اور کمپیوٹر کے ہر سافت ویر کو فتح کرنے والا یہ نوجوان پاکستان کے ان باصلاحیت نوجوانوں میں سے ہے، جن پر ہمیں رشک کرنا چاہیے۔ اسی طرح کے بے شمار نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہیں، جو کسی بھی حکومتی مدد کے بغیر اپنے ملک کیلئے افتخار کا باعث ہیں۔ یہ ہمارے محسن ہیں مگر انکا ذکر حد درجہ کم کیا جاتا ہے۔ کھیلوں کا میدان ہو، سائنس کی بات ہو، میڈیا یکل کے شعبہ کا ذکر ہو، ہمارے پاکستانی ہر شعبے میں حد درجہ غیر معمولی صلاحیت کا منظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ بذات خود ایک باعث اطمینان بات ہے کہ ملک میں جو ہر قابل موجود ہیں۔ کوئی بھی شعبہ اس سے خالی نہیں۔

سکے کے دوسرے رخ کی طرف آتے ہوں۔ کچھ عرصے سے، ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت ملک میں مایوسی پھیلاتی جا رہی ہے۔ ملک کی منفی تصویر یوتاڑ کے ساتھ پیش ہو رہی ہے۔ میڈیا پر موجودہ سیاسی اور غیر سیاسی ارسطو پاکستان کی ایک گھمیز صورتحال پیش کر رہے ہیں۔ کچھ کو سنکری یہ لگتا ہے کہ انہیں، اس وقت تک چین نصیب نہیں ہو گا جب تک وہ ملک کو خدا نخواستہ توڑنے میں کامیاب نہیں ہو جاتے؟ انتہائی کامیابی سے ملک میں گروہی، علاقائی، لسانی، مذہبی اور سیاسی مسائل پیدا کیے جا رہے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ حکومت تو دور کی بات، ریاستی اداروں کی ساکھ کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔ صرف مثال دینا چاہتا ہوں۔ آئی جی سندھ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ بھلے انسان ہیں۔ مگر جس طرح انہیں سیاست میں ملوث کیا گیا، اسکی مثال پہلے نہیں ملتی۔ سرکاری ملازم آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان میں انہیں بیس کا فرق ہوتا ہے۔ کسی کے آنے سے نہ دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں اور نہ کسی کی ٹرانسفر سے گلیوں میں چراغ گل ہو جاتے ہیں۔ مگر اندازہ

لگائیے۔ کہ ہندوستانی میڈیا جو کہ ہر طرح سے ہمارے خلاف ہے، نے سندھ کے اس حالیہ واقعے کو کس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا۔ بھارتی انکرنس نے جھوٹا دعویٰ کرڈا کہ کراچی میں سول وارش روئے ہو چکی ہے۔ پولیس اور بیرونی جنگ ہو رہی ہے اور وہاں حالات بے قابو ہو چکے ہیں۔ بس چند دنوں میں کراچی خون میں نہجا جائیگا۔ ہندوستان کے تجزیہ نگار کراچی میں اس واقعے کے متعلق وہ وہ بے بنیاد باتیں کر رہے تھے کہ خدا کی پناہ۔ افسوس، صد افسوس۔ ہمارے چند چینل اور ان سے مسلک لوگ، بالکل ویسی ہی زبان بول رہے تھے، جو ہندوستان کے بیانیے کے حد درجہ نزدیک تھی۔ اسے اتفاق نہیں سمجھتا۔ ایک منظم سازش کے تحت ملک میں سنسنی اور بد امنی پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے، جس سے پوری دنیا میں ہمارے متعلق حد درجہ منقی تاثر ابھر رہا ہے۔ سیاستدانوں کی احمقانہ بلکہ جنونی صفت بندی نے ایک ”عام سے واقعہ“ کو وہ درجہ دلوادیا، جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب کیا واقعی ملک دوستی ہے؟ سیاستدانوں کا ایک گروہ، جو اپنے مالیاتی وسائل کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا، غلط فہمی پیدا کرنے میں پیش پیش تھا۔ گمان ہوتا ہے کہ وہ اس درجہ مضطرب ہیں کہ ملکی نقصان ہو جائے، انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ انہیں صرف اور صرف اس ملک کا تخت چاہیے، حکومت چاہیے۔ پنیس سال اس ملک کے وسائل لوٹ کر بھی وہ ”فرشتہ سیرت“ ہیں، پوتے ہیں، دودھ کے دھلے ہیں۔ اور اب تو حاصل یہ ہے کہ انکی بلا سے، ملک کو جو مرضی نقصان ہو جائے، انکی ناجائز دولت کے متعلق کوئی پوچھ گچھ نہیں ہونی چاہیے۔ یہ گروہ ملک میں مایوسی کو ایک پُرتا شیر طریقے سے پھیلا رہا ہے۔

دوسری طرف حکومتی معاملات کو دیکھیے تو وہ بھی حد درجہ مایوس کن ہیں۔ کرپشن کو ختم کرنے کے نظرے پر آنے والی حکومت، ہر طرح کی بے ضابطگی سے لفڑی ہوئی ہے۔ کوئی ڈھنگ اور سلیقہ کا آدمی انکے ساتھ نہیں ہے۔ جو تھوڑی بہت اہلیت والے لوگ تھے، وہ خاموش ہو کر گھروں میں مقید ہو کر رہ گئے ہیں۔ خود ساختہ مہنگائی اور تجارتی طبقہ کے لائق نے عام آدمی کی زندگی کو بر باد کر کے رکھ دیا ہے۔ کسی غریب کی کوئی شنوائی نہیں کہیں کوئی انصاف نہیں ہے۔ مگر اب یہ پختہ نظریہ بن چکا ہے کہ جو کچھ کرنا ہے، ہم نے اپنے بل بوتے پرہی کرنا ہے۔ سیاستدان، خونخوار درندوں کی طرح اپنے اپنے مالی اور ذاتی مفاد میں جتنا مرضی لڑیں۔ اس سے اب کوئی لینا دینا نہیں۔ قوم میں جب تک رابعہ شہزاد، مدثر شیخ، سمیر احمد اور ان جیسے ان گنت ہیرے موجود ہیں، ہم قائم و دائم رہیں گے۔ ان جیسے باصلاحیت لوگوں کی موجودگی میں ملکی ترقی کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ یہ ہمارے درخشاں ستارے ہیں۔ انکی اور ان جیسے باصلاحیت لوگوں کی قدر کیجئے۔ ہمارا مستقبل حد درجہ محفوظ اور قابل فخر ہو گا!

رأو منظر حیات